رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

تار کا پتہ
انجمن علی گڑھ

# ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ ۲ر آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۵ | ۱۵ مئی ۱۹۵۶ء | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۴ر شوال المکرم ۱۳۷۵ھ | نمبر ۱۰

## اردو کی تحریک اور انجمن ترقی اردو

کچھ حلقوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ انجمن ترقی اردو ہند اردو کی تحریک کی قیادت قرار واقعی نہیں کر رہی ہے۔ ہندوستان میں اردو کی بقا اور ترقی کا مسئلہ اتنا سیدھا سادا نہیں ہے جتنا یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ اردو کے سلسلے میں ایک طرف ہمیں حکومت کو اس کا فرض یاد دلانا ہے۔ دوسری طرف خود بھی ایسے تعمیری کاموں کی داغ بیل ڈالنی ہے جن سے اردو کی پوزیشن محفوظ ہو جائے۔ وہ زمانہ گیا جب چند قراردادیں پاس کر کے یا جوشیلی تقریریں کر کے ہم حکومت یا عوام کو متاثر کر سکتے تھے۔ اب ہمیں اس ذہنیت کو بدلنا ہوگا۔ ورنہ حالات اور واقعات ہمیں کہیں کا نہ رکھیں گے۔

اردو بلاشبہ جدید ہندوستانی زبانوں میں ایک امتیازی درجہ رکھتی ہے۔ یہ ہندوستان کی مشترک تہذیب کا ایک قابل فخر نمونہ ہے۔ اس کی بنیاد کھڑی بولی پر ہے۔ مگر اس کا ادبی روپ ایک ایسا مخصوص رنگ آہنگ رکھتا ہے۔ اس کا ایک ایسا ذہنی، تہذیبی علمی و ادبی سرمایہ ہے کہ یہ ایک مستقل زبان ہے۔ ہندوستان میں عرصہ دراز سے خاص و عام اسے ایک مستقل زبان کی حیثیت سے مانتے آئے ہیں اور ہندوستان کے باہر بھی اس کی مستقل حیثیت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ جو لوگ ناواقفیت یا تنگ نظری کی وجہ سے اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں، ان کو ہمیں دلائل سے قائل کرنا ہے۔ ان کے دل ہاتھ میں لینے ہیں۔ ان پر اردو کی اہمیت اور مقبولیت واضح کرنی ہے۔ یہ کام چٹکیوں میں نہیں

ہو سکتا۔ اس کا سب سے اچھا ذریعہ ہمارا ادب ہے۔ وہ لوگ جو اردو کے مخالف ہیں اگر ہمارے ادب کا مطالعہ کریں تو خود اردو کی زلف کے اسیر ہو جائیں گے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ اچھے ادب کی اشاعت کر کے، اور اس کے خاص خاص حصوں کو ہندی رسم الخط میں بھی شائع کر کے اردو کی طرف انھیں مائل کریں۔

تنگ نظری اور تعصب کی وجہ سے اردو کی تعلیم، عدالتوں اور دفاتر میں اس کے چلن، اردو کی کتابوں کی اشاعت پر پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے بعد تعصب اور تنگ نظری کی آندھی بہت تیز تھی۔ آج ایسا نہیں ہے۔ اردو کی مخالفت اب بھی ہوتی ہے، مگر مخالفوں کی آواز میں وہ بلند آہنگی نہیں ہے۔

اب کچھ معقول ادیب، سیاسی رہنما، قومی رہنما، معلم اور اخبار نویس اردو کی حمایت بھی کرنے لگے ہیں۔ بعض حکومتوں نے ابتدائی مدارس میں اردو کی تعلیم کے انتظامات کے لئے احکام بھی جاری کئے ہیں۔ اردو کی کتابوں پر انعامات بھی دیے ہیں، اردو کے مصنفوں کی ہمت افزائی بھی کی ہے۔ اردو کی کتابوں کے چھاپنے کے لئے بھی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ جو کچھ ہوا ہے وہ سمندر میں قطرے کے برابر ہے، مگر اس قطرے سے بھی آنکھیں بند کر لینا دیانت کے خلاف ہے۔ انجمن ترقی اردو نے اکیس لاکھ بالغوں کے دستخط فراہم کر کے ایک وفد کے ذریعہ سے صدر سے درخواست کی تھی کہ وہ یوپی میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرلیں تاکہ

... اردو کی بقا اور ترقی کے لئے کوئی خطرہ نہ رہے۔ صدر نے ابھی تک اس درخواست پر کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ گر حکومت یوپی کے رویے میں جو فرق محسوس ہوتا ہے اس میں کچھ اُدھر کا اشارہ ضرور ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم صدر کو اس سلسلے میں یاد دہانی کریں اور یوپی میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت دلائیں، مگر اس کے لئے ہمیں جلسوں اور تقریروں سے زیادہ یوپی کی اکثریت کو ہموار کرنا ہے۔ اس اکثریت کو ہموار کرنے کے دو طریقے ہیں، اوّل تو اسے یہ یقین ہونا چاہئے کہ اردو کے مسئلے کو قرار واقعی طے نہ کیا گیا تو وہ لسانی اقلیت جس کی زبان اردو ہے اور جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، سب شامل ہیں نہ صرف غیر مطمئن رہے گی بلکہ ملک کی ترقی اور بہتری میں مناسب حصہ نہ لے سکے گی۔ دوسرے اسے اس بات کا عملی ثبوت بھی ملنا چاہئے کہ یہ لسانی اقلیت محض چیخ پکار نہیں کرتی بلکہ اپنے بل بوتے پر اردو کے لئے مدرسے قائم کر سکتی ہے، اردو کی کتابیں چھاپ سکتی ہے اردو کے لئے شبینہ مدارس اور کتب خانے قائم کر سکتی ہے اور کر رہی ہے۔ دوسروں سے کچھ کرانے کے لئے اپنے آپ بھی بہت کچھ کرنا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اردو کے مسئلے کو خالص قومی نقطۂ نظر سے پیش کرنا ہے۔ ہم اسے کسی ایک سیاسی پارٹی کے مفاد سے وابستہ نہیں کر سکتے۔ اس وقت ملک میں کانگریس پارٹی برسرِ اقتدار ہے، خوش قسمتی سے پنڈت جواہر لال نہرو جیسے روشن خیال، بالغ نظر، انصاف پسند اور مہذّب انسان کی رہنمائی حاصل ہے۔ پنڈت جی نے اردو کی حمایت میں جو تقریریں کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اردو کو ہندوستان میں اس کا جائز منصب اور مقام دلانا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی پارٹی بحیثیت مجموعی اپنے عمل میں ان کے بلند خیالات سے ابھی بہت پیچھے ہے ملک کی دوسری پارٹیوں میں بھی اردو کے بہت سے ہمنوا موجود ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی اردو کی جمہوری اور قومی حیثیت کو مانتی ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اردو کو ایک سیاسی سوال نہ بننے دیں۔ اسے ایک قومی سوال بنائیں تاکہ ملک کی ساری سیاسی پارٹیاں اردو کی پوزیشن کو مضبوط بنانے میں مدد کریں اور اردو سے زبانی ہمدردی کے بجائے عملی دلچسپی ہو اور اس دلچسپی کا عام طور پر ثبوت ہے۔

انجمن ترقی اردو، اردو زبان و ادب دونوں کی ترقی اور ترویج کی کوشش کر رہی ہے اس کا کام حکومت کو اس کا فرض یاد دلانا بھی ہے۔ ہندوستان کے عوام پر اردو کی قومی پوزیشن واضح کرنا ہے، اچھے اور معیاری ادب کی اشاعت سے اردو داں طبقے کو انسانیت اور تہذیب کی قدریں دینا بھی ہے اور اردو ادب کے جواہر پاروں کو ہندی رسم الخط کے ذریعے سے اُن لوگوں تک پھیلانا بھی ہے جو اردو رسم الخط سے واقف نہیں ہیں۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں کا بھی احساس ہے اور ہم انھیں دور کرنا چاہتے ہیں، ہمیں اور زیادہ باعمل اور فعال ہونا ہے لیکن ہم یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ اردو کی مہم خلوص کام سے جیتی جا سکتی ہے محض واویلا کرنے یا حکومت اور اکثریت پر تبرا کرنے سے نہیں جمہوریت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی پالیسی حرفِ آخر نہیں ہوتی ہے۔ جب ملک کی ایک قابلِ ذکر آبادی اپنے حقوق پر اصرار کرے اور وہ ملک کو اس کی ترقی کے میدان میں کچھ دے بھی سکے تو اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اردو کے دوستوں اور حامیوں کو شکست خوردگی کی ذہنیت کو چھوڑنا ہوگا۔ انھیں دوسرے کارکنوں پر شک و شبہ کرنے یا ان پر الزامات تراشنے سے احتراز کرنا ہوگا۔ انھیں مل جل کر نئے ہندوستان کی تعمیر میں ہاتھ بٹانا ہوگا اور پھر اس نقشے میں ان کے خونِ جگر کا رنگ خود بخود جھلک آئے گا۔ ہم ہندوستان میں اردو کے مستقبل سے اس لئے مایوس نہیں کہ ہمیں اپنے وطن اور انسانیت اور تہذیب پر اعتماد ہے۔ ہاں ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے بڑے آزمائشی مرحلے اور بڑے صبر و ضبط اور بڑے تحمل اور استقلال سے کام لینا ہوگا۔ اردو کے سب دوستوں کو ہم اس مشکل مگر متبرک مشن میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں ؎

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یا رب
اک آبلہ پا وادیٔ پر خار میں آوے

آئندہ اشاعت میں ہم اس مشن کے عملی پروگرام کی وضاحت کریں گے۔

(اڈیٹر)

# کوئی زبان دوسری زبانوں کو دبا کر ترقی نہیں کر سکتی

## لٹریری فورم کے افتتاح کے موقعہ پر نہرو کی تقریر

وزیر اعظم پنڈت نہرو نے ۱۰ اپریل کو آل انڈیا ریڈیو کے لٹریری فورم کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ ادبی اور ثقافتی ترقی کی اس لئے ضرورت ہے۔ تاکہ ایک خوشگوار متوازن فضا برقرار رکھی جا سکے۔

انھوں نے کہا کہ حالات کی بنا پر ملک میں تیزی کے ساتھ صنعتی اور دوسری قسم کی مادی ترقی کی تجویزوں پر عمل ہو رہا ہے۔ اور ملک رفتہ رفتہ مادی لحاظ سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ اچھے قسم کا ادب پیدا کیا جائے تاکہ وہ اعلیٰ قدریں جو ہمیں عزیز ہیں وہ پس پشت نہ پڑ جائیں اور ہماری ذہنی نشو و نما ایک خوشگوار اور متوازن فضا میں ہو سکے۔

یہ لٹریری فورم آل انڈیا ریڈیو کی جانب سے بلایا گیا تھا۔ اس کا مقصد ہندوستان کی تمام بڑی زندہ زبانوں کے ادیبوں اور شاعروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا۔ اس میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے تقریباً ایک سو ادیب اور شاعر شریک ہوئے۔ اس لٹریری فورم کے سالانہ اجلاس طلب کئے جایا کریں گے۔

اس مرتبہ اس فورم میں زیر بحث موضوع جدید ہندوستانی شاعری کے رجحانات ہیں۔

### انگریزی زبان

وزیر اعظم پنڈت نہرو نے انگریزی زبان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ ہم انگریزی کو ہندوستانی زبانوں کے برابر درجہ نہیں دے سکتے ہیں لیکن اس کے استعمال سے ڈرنے کی بھی مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بعض لوگ پارلیمنٹ میں اس کے استعمال کو برا سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی حالات کی بنا پر وہ انگریزی زبان استعمال کرتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ انگریزی کو ہم دو وجہوں سے باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے مختلف حصوں کے لوگوں کے درمیان رشتہ قائم کرنے کا ذریعہ خصوصیت سے جنوبی اور شمالی ہندوستان کے درمیان کیونکہ انگریزی ہی میں ہم ایک دوسرے کے خیالات کو اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ انگریزی کے ذریعے ہم دوسرے ملک کے خیالات کو اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ اس طرح انگریزی کا زبان دوسرے ملکوں سے ہمارا قریبی رشتہ قائم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ ہمیں انگریزی زبان سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔ اور چونکہ ہم انگریزی سے مانوس ہیں۔ اس لئے اس کے پڑھنے میں ہمیں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔ ہمیں اس آسانی سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور انگریزی زبان کو سیکھنا چاہئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ دوسری زبانیں مثلاً فرانسیسی، روسی اور چینی زبان بھی سیکھنی چاہئے۔ یہ کہنا کہ انگریزی زبان سیکھنے سے ہماری زبان کو کسی قسم کا نقصان پہونچے گا۔ نادانی کی بات ہے۔

انھوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ معلوم نہیں کس طرح یہ خیال ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے کہ ایک زبان دوسری زبانوں کو دبا کر ہی آگے بڑھ سکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ اگر ہم اپنی زبان کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو دوسری زبانوں کے ساتھ ہمارا رویہ ہمدردانہ رہنا چاہئے اور انھیں سیکھنے کی کوشش کرنا چاہئے اس سے خود ہماری زبان کو فائدہ پہونچے گا۔ اور اس کی ترقی میں مدد ملے گی۔

فورم میں حسب ذیل زبانوں کے نمائندگان نے شرکت کی آسامی۔ گجراتی، بنگالی، ہندی، اردو، کناڑی، کشمیری، ملیالم مرہٹی، اڑیہ اور پنجابی۔

(نامہ نگار)

## مرزا غالب کا مکان

نئی دہلی ۴ مئی ۱۹۶۳ء

باوثوق سرکاری حلقوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ حکومت ہند مرزا غالب کے مکان واقع گلی قاسم جان، بلی ماراں کو قومی یادگار قرار دینے کی تجویز پر غور کر رہی ہے

پارلیمنٹ میں اس سوال کے جواب کے دوران میں وزارت تعلیمات نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے۔

# اردو زبان کے موجودہ مسائل

اردو زبان کے موجودہ مسائل پر مجلہ عثمانیہ حیدرآباد کی جانب سے اردو ہال میں منعقد ہونے والے ایک سمپوزیم کی روئیداد

حصہ لینے والے :- فضل الرحمٰن۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، مخدوم محی الدین، پروفیسر عبدالقادر سروری، حبیب الرحمٰن، پروفیسر ہارون خاں شیروانی، زینت ساجدہ، عالم خوندمیری، اختر حسین، حکیم اللہ، شاہد صدیقی، سری نواس لاہوٹی۔

ابتدا میں انور معظم نے کہا:-

چونکہ موضوع بہت وسیع ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ آج گفتگو چند عنوانات تک محدود رہے۔ مخصوص عنوانات یہ ہو سکتے ہیں۔

(۱) دستور میں دوسری زبانوں کے ساتھ اردو کا موقف۔

(الف) اردو کے لئے ( Region ) کا مسئلہ یوپی میں جاری شدہ دستخطی مہم اور ایسی دوسری کوششیں۔

(ب) تعلیمی اداروں میں اردو کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے باقی رکھنے میں دشواریاں ان کو دور کرنے کے لئے عملی اقدامات۔

(۲) لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تنظیم جدید کے بعد مختلف ریاستوں میں اردو کا مقام۔

(۳) اردو اور ہندی کا بینہ تصادم غلط فہمی کو دور کرنے کی ضرورت

(۴) رسم الخط کا مسئلہ۔ اس کے دو حصے ہو سکتے ہیں۔

(الف) فارسی رسم الخط۔ رومن رسم الخط، ناگری رسم الخط

(ب) لیتھو اور ٹائپ

(۵) اردو صحافت۔

موصوف نے یہ بھی کہا کہ میرے خیال میں مناسب ہے کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس گفتگو کے دوران میں ہمیں ایک دوسرے کو قائل کرنا نہیں ہے۔ نہ یہاں ہم کو فیصلے کرنے ہیں۔ بلکہ اس گفتگو کا مقصود موضوع کے مختلف پہلوؤں کو صرف نمایاں کر دینا ہے۔ ممکن ہے اس سے کئی باتیں صاف ہو جائیں۔ گرہیں کھلیں اور موضوع کے بعض ایسے پہلو بعض لوگوں کے سامنے آجائیں جو اب تک نظروں سے اوجھل تھے۔ فضل الرحمٰن صاحب اسپیکر کے فرائض انجام دیں تو بہتر ہوگا۔

فضل الرحمٰن :- دستور میں اردو کے موقف کے تعلق سے اختر حسین گفتگو کا آغاز کریں گے۔

اختر حسین :- دستور میں اردو کے موقف کے متعلق کوئی بات بحث طلب نہیں ہے۔ دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اردو کے متعلق وہی سب کچھ ہے جو دوسری زبانوں کے لئے موجود ہے۔

حبیب الرحمٰن :- دستور میں جو چیز نہیں ہے۔ ہمیں اس پر سوچنا ہے اگر زبان کے ساتھ کوئی ناانصافی کی جا رہی ہے تو آپ صدر جمہوریہ سے رجوع کر سکتے ہیں۔ لیکن عدالت سے رجوع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عالم خوندمیری :- ویسے تو زبان ہی نہیں بلکہ بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے بھی ایسی قانونی چارہ جوئی کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

فضل الرحمٰن :- قانونی چارہ جوئی کا مسئلہ لایعنی ہے۔ تعلیمی اور تہذیبی حد تک اقلیت ہی کیا اکثریت بھی کچھ نہیں کر سکتی۔

ڈاکٹر زور :- ایس۔ آر۔ سی رپورٹ میں اس چارہ جوئی کی گنجائش موجود ہے۔ جہاں کسی زبان کے بولنے والے ۳۰ فیصدی تک ہیں وہاں اس زبان کا حق تسلیم کیا جائے گا۔

پروفیسر سروری :- لیکن بدقسمتی سے کسی بھی مقام پر اردو بولنے والے کی تعداد ۳۰ فیصدی نہیں ملے گی۔

حبیب الرحمٰن :- حیدرآباد اسٹیٹ میں کل ۱۰ فیصدی اور شہر حیدرآباد میں ان کا تناسب ۵۱ فیصدی ہے۔

زور :- دشال اندھرا یا تلنگانہ بٹنے کے بعد ہی طے ہو سکتا کہ یہاں اردو کا موقف کیا ہو سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو کی پہلی لڑائی حیدرآباد ہی میں لڑنی پڑے گی۔

فضل الرحمٰن :- اقلیت ہی نہیں خود اکثریت کی زبان کے ساتھ کسی ناانصافی کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی صورت نہیں اس مسئلے میں کسی کی نیت کی خرابی یا اچھائی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا دراصل ساری مشکلات انتظامی نوعیت کی ہیں۔

شاہد صدیقی :۔ اکثریت کا تو نہیں لیکن اقلیت کی زبان کا خطرہ میں ہونا ایک سمجھ میں آنے والی بات بھی ہے۔ تحفظات مانگنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ خطرہ وجود رکھتا ہے۔

زؔور :۔ تحفظ کی بات آتی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اردو والوں کو قانونی چارہ جوئی یا سرکار دربار میں پہونچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے آج اردو والوں کا اولین فریضہ یہ ہے کہ ذاتی کوششوں سے اردو کا مستقبل محفوظ کر سکیں۔ اردو کے ساتھ ساتھ اردو والوں کی بربادی اقتصادی حالت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اگر ہم صرف قانونی چارہ جوئی کی کوشش میں رہیں گے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔ اردو کے ادیب سپرو، کیفی لالہ سری رام وغیرہ نے اردو کی بے انتہا خدمت کی ہے مگر آج ان کی اولاد اردو سے اس قدر واقف نہیں ہے۔ یہی حال عام طور سے نئی نسل کا ہے۔ یہاں انگریزی اور تلنگی کے بعد ہندی پڑھائی جا رہی ہے۔ بچوں کو اردو رسم الخط نہیں آتا۔ جب یہ صورت حال ہو جائے کہ نئی نسل اردو رسم الخط سے قطعی ناواقف ہوتی جا رہی ہے تو آگے چل کر کیا صورت ہونے والی ہے۔ قانونی چارہ جوئی کی ساری لڑائی ایک نسل تک ہے۔ ہم کو طویل المیعاد لڑائی لڑنی ہوگی۔ ہمیں اپنے طور پر اردو کے تحفظ و ترقی کی کوشش کرنی چاہئے

حبیب الرحمٰن :۔ اپنے طور پر کوشش کرنا اور حکومت کے توسط سے کوشش کرنا۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں بے شک یہ امر قابل ذکر ہے کہ نئی نسل اس ضمن میں غفلت برت رہی ہے لیکن ہمیں دونوں طرف توجہ دینی چاہئے۔

مخدوم :۔ اس میں دو باتیں مل جل کر آ رہی ہیں۔ رسم الخط کا سوال اور پھر اس رسم الخط کے بچاؤ کا سوال ہے۔ جہاں تک اردو زبان کی حیثیت سے اس رسم الخط اور زبان کی حفاظت کا سوال ہے۔ اس کو دونوں محاذوں گورنمنٹ اور رضاکارانہ طور سے لڑنا ہوگا میں زؔور صاحب سے متفق نہیں کہ حکومت سے کچھ نہ کہیں۔ ایسے مقامات جہاں اردو بولنے، لکھنے پڑھنے والے اکثریت میں موجود ہوں یا جہاں خاص تعداد کے ہونے کا پیمانہ موجود نہ ہو وہاں نہیں لڑنا ہوگا۔

فضل الرحمٰن :۔ ٹھیک ہے زؔور کا میرا مطلب بھی یہی ہے کہ ہم کو طویل المیعاد تجاویز پر غور کرنا ہوگا۔

مخدوم :۔ ہمیں صاف اور واضح طور پر لسانی اقلیتوں کے جو مطالبات ہیں انھیں واضح کرنا چاہئے۔ لسانی اقلیتوں کے کونسل میں ہم نے بڑی قدر کے بعد جو باتیں طے کی ہیں وہ وہی ہیں مثلاً یہ کہ پرائمری سے اعلیٰ درجے تک تعلیم اپنی زبان میں ہونی چاہئے یا پھر یہ کہ عدالتیں کارپوریشن وغیرہ جہاں اردو زبان بولنے والوں کی خاص تعداد ہے وہاں دو زبانیں ہونی چاہئیں۔ مثلاً حیدرآباد کی عدالت میں اردو اور تلنگی دونوں زبانیں چل رہی ہیں یہاں دونوں زبانوں میں کارروائی ہو سکتی ہے۔ یہی حال کارپوریشن کا ہے۔ یہاں میں ایک چیز کا ذکر کر دوں۔ ابن سعود کی آمد پر میئر نے سپاس نامہ ہندی میں پیش کیا تھا۔ یہ غلط تھا کہ اس کی زبان کسی نے نہیں سمجھی۔ ہندی میں اس کی کیا ضرورت تھی۔

زینت ساجدہ :۔ سرکاری زبان جو ٹھہری۔

مخدوم :۔ جی نہیں۔ حیدرآباد کارپوریشن کی زبانیں تلگو یا اردو ہیں۔ ہندی نہیں۔ یہاں کے سب کام انھیں دو زبانوں میں ہوں گے۔ البتہ جب ہم مرکز سے بات کریں گے تو ہندی میں کر سکتے ہیں۔

حبیب الرحمٰن :۔ یہ اور اسی قسم کے کئی مطالبات ہیں لیکن ان کے لئے ہمارے پاس کیا چارۂ کار ہے۔

مخدوم :۔ لسانی بنیادوں پر جو مطالبات ہیں وہ دستوری ہونے چاہئیں، حکومت صرف ایس۔ آر۔ سی کے بتائے ہوئے اعداد کو بنیاد بنانا چاہتی ہے۔ مگر ہم اسمبلی میں ترمیمات کے بل پیش کریں گے۔

حبیب الرحمٰن :۔ ہم (انجمن ترقی اردو) نے اپنا جو نقطۂ نظر تھا اس کو پیش کر دیا ہے۔

مخدوم :۔ ہم تو بل بنا رہے ہیں کہ ایک اور بہت اہم نکتہ کی طرف ہماری توجہ جاتی ہے۔ دستور میں اردو کو ایک علاقائی زبان کا درجہ ملا ہے۔ سوائے اردو کے تمام زبانوں کے علاقے ہیں۔ ہم نے اردو کے لئے فیصلے کا جو مطالبہ کیا ہے اسے واضح کرنے کی ضرورت ہے کیا ہم اردو کے لئے کوئی نیا علاقہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حبیب الرحمٰن :۔ بالکل نہیں حقیقت ہے کہ پورے دستور میں ریجنل (علاقہ داری) کا ذکر کہیں نہیں آتا۔ کوئی یہ نہیں غور کرتا کہ جہاں ایک زبان بولنے والے موجود ہوں وہ اس کا علاقہ ہے۔

مخدوم :۔ کیا ہماری طرف سے اس قسم کے کوئی مطالبات کئے گئے ہیں۔

حبیب الرحمٰن :۔ مطالبات نہیں حقوق۔

مخدوم :۔ حقوق کو متعین کیجئے کیونکہ "ریجن" کے اس مطالبہ نے کئی حلقوں میں غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں۔

حبیب الرحمٰن :۔ یہ بہت اچھا نکتہ آپ نے پیدا کیا اردو چونکہ کہیں کی بھی ریجنل زبان نہیں ہے اس لئے ہم اس لفظ کو کہیں استعمال نہیں کر سکتے۔ واقعہ یہ ہے کہ غلط فہمیاں پیدا ہوئی

تھیں، چنانچہ لکھنؤ میں دستخطی مہم سے پہلے چند سرکردہ ہندی والوں نے ڈاکٹر ذاکر حسین کو گھیر لیا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ اردو کو علاقائی زبان بنانا چاہتے ہیں گویا اس طرح وہاں سے ہندی کو نکالنا چاہتے ہیں

مخدوم :۔ یہی بات ہے۔ ہندی والوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ ہم اپنے لئے کوئی علیحدہ حصہ تراشنا چاہتے ہیں۔

شاہد صدیقی :۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو کو کسی خطے سے متعلق کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس لئے اردو کے لئے کسی خطے کا مطالبہ کرنا ہی غلط ہے خصوصاً جہاں اردو بولنے والوں کی اکثریت نہیں وہاں بھی اردو کے لئے حقوق حاصل کرنے کا مطالبہ کرنا یہاں تک درست ہے۔

حبیب الرحمٰن :۔ سوال یہ نہیں ہے اس وقت تک کسی زبان کو حقوق نہیں ملتے جب تک زبان کو علاقائی نہ قرار دیا جائے۔ دستخطی مہم میں بھی۔ صدر جمہوریہ سے صرف یہ کہا گیا ہے کہ اردو کو علاقائی زبان قرار دیا جائے۔ علاقہ یا خطہ مانگا نہیں گیا صرف حقوق مانگے گئے ہیں۔

ہارون خاں شیروانی :۔ پورے دستور میں صرف ایک جگہ لفظ "ریجن" بطور عنوان آیا ہے۔ سوائے اس کے اس دستور میں کہیں اور اس لفظ کا ذکر نہیں۔ صرف حاشیہ میں ذکر ہے۔ عنوانات کے بعد میں نے "ریجن" کے معنی دراصل "صوبہ" کے ہیں ایک اور بات میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سی پی میں دو زبانیں متوازی طور پر علاقائی قرار دی گئی ہیں۔ ہندی اور مراٹھی۔ ہر ضلع میں دونوں سرکاری زبانیں ہیں۔ یوپی میں اس قسم کی بھی صورت تسلیم نہیں کی جاتی۔ یوپی والے یہی چاہتے ہیں اردو زبان بکھری ہوئی ہے۔ مغربی یوپی میں اردو بولنے والوں کو قطعی اکثریت حاصل ہے لیکن وہاں اسے ہندی کہہ کر توڑ مروڑ دیا گیا ہے۔

مخدوم :۔ میں پھر کہوں گا کہ ہمارے مطالبہ رکھنے میں غلطی ضرور ہے۔ شیروانی صاحب نے سی پی کی مثال دی ہے۔ وہاں ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ سی پی دو لسانی علاقہ ہو سکتا ہے۔ مہاکوشل ہندی کا علاقہ ہے وہاں مراٹھی نہیں چلے گی۔ دوسرا حصہ مراٹھی کا علاقہ ہے۔ وہ ٹھیک ہے لیکن اردو کا مقام جو یوپی میں ہے۔ وہاں اس قسم کی کوئی بات بحث طلب نہیں ہے۔ وہاں تو ہم کو مستحکم مقام ملنا چاہئے۔ ہم کو تو صاف صاف کہہ دینا چاہئے کہ جہاں جہاں اردو والوں کی اکثریت ہے وہاں اردو ہونا ہی چاہئے۔

سر نواس لاہوتی :۔ اس ضمن میں زیادہ تفصیلات میں جائیے پھر دقتیں پیش آتی ہیں۔ مثلاً عدالتوں کی کارروائیاں عام طور پر کس زبان میں ہوں؟

مخدوم :۔ ہندی میں۔ کیونکہ وہ سرکاری کاروبار ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ عوام کو درخواستیں محضر وغیرہ دینے کا حق اردو زبان میں حاصل رہے۔

عالم خوندمیری :۔ بحث الجھ گئی ہے۔ اردو اور ہندی کے فرق پر بحث کرتے ہوئے رسم خط کی بات درمیان میں آ ہی جائے گی۔

ہارون خاں شیروانی :۔ رسم خط کے مسئلے پر الگ ہی بحث ہونی چاہئے۔

اختر حسن۔ کئی باتیں ایک ساتھ الجھ آئی ہیں۔ اردو اور ہندی دو الگ الگ زبانیں یا اردو ہندی کا بدلا ہوا روپ ہے؟ رسم خط اساس بنانے کا مسئلہ ہے یا رسم خط بدلنے کا؟

ہارون خاں شیروانی :۔ فلط بحث نہ ہو تو بہتر ہے۔

( باقی صفحہ ۹ پر )

# کل ہند اردو کانفرنس حیدرآباد (دکن)

کل ہند اردو کانفرنس کی تیاریاں بڑی تیزی سے جاری ہیں۔ ہندوستان کے بڑے ادیبوں، شاعروں، تہذیبی کارکنوں، اہل علم اور یونیورسٹی پروفیسروں کے نام دعوت نامے جاری کئے گئے ہیں۔ اب تک جن لوگوں نے قطعیت کے ساتھ کانفرنس میں شرکت کی اطلاع دی ہے۔ ان میں سید سجاد ظہیر، حیات اللہ انصاری اڈیٹر "قومی آواز" لکھنؤ، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، غلام ربانی تاباں پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر محمد حسن، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ، پروفیسر مجتبیٰ، پروفیسر رشید الدین، پروفیسر نجیب اشرف ندوی، شہاب الدین دسنوی، پروفیسر فقیر پاشا قادری، علی سردار جعفری، مجروح سلطانپوری، ساحر لدھیانوی کیفی اعظمی، شکیل بدایونی، جاں نثار اختر، اختر الایمان، عمار بارہ بنکوی، منظر شاہجہانپوری، عبدالرحمٰن خاں ناصر سکریٹری انجمن ترقی اردو کرنول، پنڈت مدن موہن مالویہ جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو بمبئی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر عابد، پروفیسر احتشام حسین، پروفیسر اعجاز حسین، حمیدہ سلطان، راجندر سنگھ بیدی کرشن چندر کی شرکت کی بھی توقع ہے۔ آندھرا اور مدراس کی اطلاع کے بموجب توقع ہے کہ یہاں سے دو بڑے ڈیلی گیشن کانفرنس میں شرکت کریں گے۔

کانفرنس کے موقع پر ڈرامے اور کلچرل پروگرام کے بھی شاندار پروگرام پیش کئے جائیں گے۔ ڈاکٹر محمد حسن کی سرکردگی اردو تھیٹر علی گڑھ کے پندرہ فنکاروں کی ایک ٹیم ۱۷ مئی کو حیدرآباد پہنچ رہی ہے جو گوگول کے ڈرامے "انسپکٹر جنرل" کا ابتدائی

روپ اصلیک ڈرامہ جو ہندی اور اردو کے مشہور ادیب اوپندر ناتھ اشک کا لکھا ہوا پیش کرے گی۔ کانفرنس کی طرف سے بمبئی کے بعض ممتاز فن کاروں، طلعت محمود، رفیع، آشا بھوسلے اور گیتا رائے کو بھی دعوت دی گئی ہے۔

کانفرنس کے موقع پر ایک کل ہند مشاعرہ بھی ترتیب دیا جا رہا ہے۔ جس میں ہندوستان کے ممتاز شعرا کے علاوہ بعض پاکستانی شعرا بھی حصہ لیں گے۔ پاکستانی شعرا میں قتیل شفائی نے قطعیت کے ساتھ مشاعرہ میں شرکت پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ اس کے علاوہ زہرہ نگاہ کی شرکت کی بھی توقع ہے۔ کانفرنس کے اجلاس ۱۸ سے ۲۰ مئی تک لیڈی حیدری کلب بشیر باغ میں منعقد ہوں گے۔ جہاں کلچرل پروگرام اور مشاعرے کے لئے ایک وسیع اوپن آر تھیٹر بنایا جا رہا ہے۔ جس میں بیس ہزار سے زائد لوگوں کی گنجائش کا انتظام کیا گیا ہے۔ کانفرنس کی صدارت پروفیسر محمد مجیب وائس چانسلر جامعہ ملیہ کریں گے۔ افتتاح کے لئے گورنر ریاست آندھرا شری تروید ی سے درخواست کی گئی ہے۔ انتظامات کے ساتھ ساتھ حیدر آباد میں کانفرنس کے لئے نظریاتی تیاری بھی بڑے پیمانے پر جاری ہے۔ ان تمام مسائل پر جو کانفرنس میں زیر بحث آئیں گے۔ استقبالیہ کی زیر نگرانی میٹنگ منعقد کئے جا رہے ہیں۔ اب تک اردو زبان کا موقف رسم خط کا مسئلہ اردو ادب کے موجودہ مسائل۔ وضع اصطلاحات اردو ادب کی اشاعت کا مسئلہ جیسے اہم موضوعات پر سمپوزیم ہو چکے ہیں۔ جس میں حیدرآباد کے ادیبوں، شاعروں، پروفیسروں کی بہت بڑی تعداد نے حصہ لیا۔ ان مباحث کے بعد حیدرآباد ڈیلیگیٹ جن خیالات کا اظہار کریں گے وہ توقع ہے کہ بہت زیادہ اہم اور مفید ہوں گے۔

جنرل سکریٹری کل ہند اردو کانفرنس نے ایک اپیل جاری کرتے ہوئے تمام ہندوستان کے ادیبوں اور اہل علم اردو کے کارکنوں سے درخواست کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کانفرنس میں شریک ہوں ان تمام حضرات سے جو ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہوں گے۔ خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اپنی آمد کی قبل از قبل اطلاع دے دیں تاکہ ان کے قیام کے انتظامات میں دشواری پیدا نہ ہو۔

زینت ساجدہ
سکریٹری

# جامعہ عثمانیہ کی اردو دشمنی

حیدرآباد کی گزشتہ حکومت کے کئی اچھے کارنامے گنائے جا سکتے ہیں جن میں سے ایک جامعہ عثمانیہ کا قیام ہے۔ حیدرآباد نے پہلے پہل جامعہ کی تعلیم کو ایک ایسی زبان کے ذریعے جاری کرنے کا تجربہ کیا اور یہ تجربہ نہایت مفید ثابت ہوا۔ جامعہ عثمانیہ کے کئی فرزندوں نے یورپ کی جامعات سے نام و نمود حاصل کیا اور باوجود اردو میں تعلیم پانے کے وہ سائنس میں بھی امتیاز حاصل کرتے رہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جامعہ عثمانیہ سے مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے فائدہ حاصل کیا۔ کیونکہ کامیاب ہونے والے طلبا میں ان ہی کا حصہ زیادہ رہا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اردو ذریعہ تعلیم ہونے سے صرف مسلمانوں کو زیادہ موقع ملا اور ہندو پیچھے رہے۔

پولیس ایکشن کے بعد ارباب حل و عقد جامعہ اردو کو جامعہ عثمانیہ سے خارج کرنے کی کوشش کرنے لگے اور یکے بعد دیگرے ایسے ذرائع اختیار کئے گئے جو اردو کو جامعہ سے خارج کرنے میں ممد اور معاون ہوتے گئے۔

(۱) سب سے پہلے اردو کے ساتھ انگریزی کو بھی ذریعہ تعلیم بنایا گیا اور جامعہ سے متعلق ہر کالج میں اس کو رائج کر دیا گیا اور اردو انگریزی میں تعلیم ہونے لگی۔

(۲) پھر اس کے بعد دوسرا قدم اٹھایا گیا کہ اورنگ آباد گلبرگہ۔ ورنگل کے کالجوں سے اردو کے ذریعہ تعلیم کو ختم کیا جا رہا ہے اور بالکل انگریزی کو ذریعہ تعلیم رکھا گیا۔

(۳) اس کے ساتھ یہ بھی کیا گیا کہ دارالترجمہ کے اردو ذخیرہ کو ختم کرنے کے لئے کتابوں کو کم سے کم قیمت پر فروخت کرنے کا اعلان کیا گیا اور اس طرح اردو۔ سائنس اور آرٹ کی کتابوں کو ختم کر دینے کی صورت مہیا کی گئی ہے اور آئندہ کے لئے اردو ترجمہ کا کام بند کر دیا گیا۔

(۴) اردو کے ذریعے تعلیم دینے والے کالج دارالعلوم کو برخاست کر دیا گیا۔ حالانکہ اندرون شہر کی آبادی کے لئے جس طرح سائنس کالج اور سٹی کالج قائم تھا۔ اسی طرح آرٹ کی تعلیم کے لئے دارالعلوم تھا اس کو برخاست کر کے اردو کالجوں کی تعداد میں کمی کی گئی

(۵) پھر ایک قدم اور بڑھایا گیا کہ تمام سائنس کے کالجوں

میں اردو کو ذریعہ تعلیم باقی نہیں رکھا گیا، بلکہ انگریزی میں سائنس کی تعلیم دی جانے لگی اور صرف آرٹ کی حد تک اردو کو باقی رکھا گیا۔

(۶) بدقسمتی یا خوش قسمتی سے دارالترجمہ کے ذخیرہ کو آگ لگ گئی اور آگ بجھانے کے لئے بہت دیر سے کوشش کی گئی جس کی وجہ سے بڑا ذخیرہ جل گیا۔

(۷) اردو کے سائنس ذخیرہ کو تعلیم یافتہ عوام سے پوشیدہ کرنے کے لئے جو نمائش ریاضی کانفرنس کے موقع پر کی گئی اس میں سوائے ایک اردو کتاب کے کوئی اور کتاب پیش نہیں کی گئی صدہا سائنس اور طب، انجنیرنگ کی کتابوں کو قابل فراموش قرار دیا گیا۔ ان سب امور کے علاوہ اب ایک اور قدم آگے بڑھایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ جو طلبا اور طالبات اردو پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ان کو منظور کرنے میں نہ صرف تامل کیا جاتا ہے بلکہ قواعد کے ذریعے اس کو روکنے کی کوشش کی جارہی ہے اول تو یہ طے کیا گیا کہ یونیورسٹی کے باہر بھی جو اصحاب سررشتہ تعلیم کسی اور علمی سررشتہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کو پی۔ ایچ۔ ڈی کے امتحان میں شریک کرنے پر رضامندی نہیں دی جاتی اور جب ایک آدھ کو اس کا موقع دیا گیا تو اب یہ طے کیا گیا کہ وہ شخص اپنی خدمت سے رخصت حاصل کرکے اس امتحان کی تیاری کریں۔ اس کی وجہ سے جن کو اجازت دی گئی تھی ان کو بڑی مشکل کا سامنا ہو گیا ہے۔ رخصت حاصل کریں تو تنخواہ کا نقصان ہوتا ہے اس لئے امتحان سے کنارہ کشی [illegible] تصور کی جانے لگی ہے۔ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ جب سرکاری ملازمین کے لئے ایوننگ کالج قائم ہے تو پی۔ ایچ۔ ڈی کے ملازمین کو موقع کیوں نہیں دیا جاتا۔

ایک طرف اردو کی حمایت میں ہمارے ہردلعزیز وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے بیانات کو پڑھتے ہیں جن کو اپنی اردو مادری زبان ہونے پر فخر ہے اور اس کے ساتھ ہی جامعہ عثمانیہ کے چانسلر اور حیدرآباد کے چیف منسٹر بی۔ رام کشن راؤ صاحب کے بیانات میں اردو کی حمایت بھی ملتی ہے اس کے بعد جب جامعہ کی حالت دیکھتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ آخر یہ کیوں؟

محمد عبدالباری
(حمایت نگر حیدرآباد)

# اردو اکاڈمی مدراس کا انعقاد

۲۲ر اپریل کی شام بمقام ۵۶ اسدالدین خان بہادر اسٹریٹ مدراس زیر صدارت افضل العلما مولوی سید عظمت اللہ صاحب صدیقی ایم۔ اے مقامی و بیرونی اہل علم کا ایک اجتماع ہوا جس میں یہ طے پایا کہ اردو زبان و ادب کی خدمت اور تصنیف و تالیف کے سلسلہ کو جاری کرنے کی غرض سے ایک ادارہ قائم کیا جائے صوبہ مدراس میں اسلامی علوم و فنون کو فروغ دینے کے لئے ایک ایسے ادارے کی سخت ضرورت تھی۔ اس اجتماع میں اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر حتی الامکان غور کیا گیا جس کی مختصر روئداد حسب ذیل ہے۔

اس ادارہ کا نام "اردو اکاڈمی مدراس" ہوگا

## اغراض و مقاصد

(۱) صوبہ مدراس میں اردو زبان و ادب کی ترقی کے لئے منظم کوشش کرنا۔

(۲) قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ اسلام کے موضوع پر ریسرچ کرکے مفید مذہبی کتابیں شائع کرنا۔

(۳) جدید علوم و فنون کو اردو زبان میں لے آنا اور قوم کو اس سے روشناس کرانا۔

(۴) صوبہ مدراس کے شعراء اور ادباء کے تذکرے شائع کرنا۔

(۵) قدیم مصنفوں کے کارنامے کو جو قلمی اور نایاب نسخوں کی شکل میں ہیں منظر عام پر لانا اور قدیم کتابیں اور دواوین جو نایاب ہو رہی ہیں ان کو محفوظ کرنا اور انھیں شائع کرکے تلف ہونے سے بچانا۔

(۶) صوبہ مدراس کے ادیبوں، مصنفوں اور شاعروں کے درمیان باہمی رابطہ قائم کرنا۔

(۷) پڑھے لکھے نوجوانوں میں مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا ذوق و شوق پیدا کرنا۔

(۸) اکاڈمی کی جانب سے ایک معیاری ماہنامہ کا اجرا کرنا جو علمی، ادبی اور مذہبی مضامین پر مشتمل ہوگا۔

(۹) ادارہ اردو اکاڈمی مدراس کو سیاست اور جماعت بندی سے کسی قسم کا بھی تعلق نہ ہوگا۔ اغراض و مقاصد کے متعین کرنے کے بعد اس اجتماع میں سردست حسب ذیل عہدیداروں اور مجلس عاملہ کے اراکین کا انتخاب عمل میں آیا۔

## عہدیداران

صدر :- عالی جناب افضل العلماء الحاج مولانا عبدالباری صاحب معدنی

نائبین صدر :-

(۱) عالیجناب اے۔ اے روف صاحب اڈیٹر دکن ٹائمز
(۲) عالیجناب مولانا حکیم سید عباس صاحب آسی ترپاتوری
(۳) عالیجناب مولانا کمالی صاحب ویلوری

معتمد :- عالیجناب مولوی عبدالغفار شاکر صاحب۔ نوتی

مددگار معتمد :- عالیجناب خلیم آمبوری۔

(۲) عالیجناب شاد بھارتی۔

(نوٹ) قواعد وضوابط اور ایڈیٹوریل بورڈ کا اعلان آئندہ کیا جائے گا۔

صوبہ مدراس کے نامی گرامی اہل قلم نے اس ضمن میں تعاون کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

---

**سورت** خبر ہے کہ سورت میں جمعیۃ العلماء کی سالانہ کانفرنس کے ساتھ جو عنقریب ہونے والی ہے ایک اردو کانفرنس بھی کی جائے گی۔ اور اسی موقع پر سورت کے حامیان اردو مرکزی انجمن ترقی اردو کی شاخ قائم کرکے اس کے عہدے داروں اور ارکان کا انتخاب کریں گے۔ نیز یہاں کے قرب وجوار میں جتنے مشہور مقامات ہیں وہاں بھی انجمن کی شاخیں قائم کی جائیں گی تاکہ اس علاقے میں اردو کے کام کو منظم طور پر آگے بڑھایا جائے۔

(نامہ نگار)

---

**اٹاوہ** جناب عبدالشکور صاحب پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ نے ایک پرائمری بیسک ادارہ قائم کیا ہے جس میں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ یہ ادارہ گزشتہ ایک سال سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے اس وقت اس میں ساٹھ بچے بچیاں زیر تعلیم ہیں اور دو لائق استانیاں اور ایک لائق استاد کام کر رہے ہیں۔

انجمن ترقی اردو اور دوسرے اداروں سے جو اردو کی ترقی چاہتے ہیں امداد کی درخواست کی جا رہی ہے۔

(نامہ نگار)

---

جوابی امور کے لئے دو آنے کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجنا ضروری ہے۔

---

## بقیہ اردو زبان کے موجودہ مسائل

عبدالقادر سروری :- ہم اپنے طور پر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اردو کو ہندی سے قریب تر کرنا ایک صحیح جیاد عمل ہے۔ لیکن ہندی والوں کا عمل کچھ اور ہے ہندی کے علماء کہتے ہیں کہ انھیں ہندی کو سنسکرت کے قریب تر لے جانا ہے۔ پھر اس کے ہندی کی ترقی ہی ممکن نہیں ہمارا نقطہ نظر بالکل جداگانہ ہونا چاہیے زبان کا تعلق عوام سے ہوتا ہے۔ ہم ابتک اردو کو آسان بنا رہے ہیں اور یہی اصول برقرار رہنا چاہیے ہمیں اصطلاحیں بھی عوامی زبان ہی سے لینی چاہیے

عالم :- اس وقت ہندی کی پشت پناہی گورنمنٹ کر رہی ہے گورنمنٹ کے ساتھ ساتھ پالیسی بھی بدلتی رہتی ہے۔ آج کل تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ہمیں پر امید رہنا چاہیے۔

ہارون خاں شیروانی :- زبان کے بارے میں گورنمنٹ کی پالیسی میں کسی قسم کی تبدیلی کی توقع رکھنا عبث ہے۔

عالم :- ایسا تو نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ذہنی تعصبات بھی صاف ہو سکتے ہیں۔ ہندی والوں کا یہ رجحان بدل بھی سکتا ہے جیسے جیسے وقت گزرے گا ہندی بڑھے گی۔ وہ سمجھ لیں گے کہ اصطلاحات کو عوامی زبان کے قریب لانا ناگزیر ہے زبان کا مسئلہ تاریخی ہوتا ہے کسی لفظ کی ابتدائی شکل کو ہم واپس نہیں لا سکتے۔ یہ کوشش ترکی میں بھی ناکام رہی ہے۔ ترکی کی آزادی کے بعد نئی زبان کو زندہ کرنے اور عربی و فارسی کے الفاظ کو خارج کرنے کی مہم شروع کی گئی۔ ایسے پرانے الفاظ جو زبان کا جزو بن گئے ہیں وہ باوجود اس مہم کے باقی رہے جدید ایران میں بھی ایسی ہی کوشش ناکام رہی اور جدید ادب میں پھر سے ایسے الفاظ آنے لگے ہیں جو فارسی اور عربی کا جزو بن گئے۔ اردو زبان میں بھی ہیں دو قسم کے الفاظ ملتے ہیں ایک تو وہ جو اردو کا جزو بن گئے ہیں اور دوسرے وہ جو خواہ مخواہ اردو میں داخل کئے گئے تھے۔ جہاں تک پہلی قسم کے الفاظ کا تعلق ہے، وہ ہمیشہ ہماری زبان کا جزو بنے رہیں گے اور ان الفاظ کو بول چال کی اردو زبان اور ہندی سے خارج کرنا مشکل ہے

کلیم اللہ :- ہمارا نقطۂ نظر وسیع ہونا چاہیے ہمیں زبان کو آسان بنانا چاہیے

زینت ساجدہ :- یوں کہیے کہ عوامی زبان سے قریب لانا چاہیے۔

حبیب الرحمٰن :- اس کے ساتھ ساتھ اس میں بھی کوئی حرج نہیں مگر ہم اپنے آسان ادب کے کچھ حصے کو ناگری رسم خط میں

بھی چھاپتے رہیں۔ تبدیلی کا یہ عمل انتقالی ہونا چاہیے۔

**سرینواس لاہوٹی** :- اصطلاحات بول چال کی زبان سے اخذ کرنی چاہییں۔ بین الاقوامی اصطلاحیں استعمال کرنا درست نہیں۔ علاوہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمام زبانوں کے ماہرین کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جائے۔ مثلاً ایک بار ریڈیو ڈرامہ آرٹسٹ کے لئے ہندی میں ایک لفظ گڑھا گیا جو بڑا بھاری بھرکم ہے۔

**مخدوم** :- بتایئے وہ لفظ تاکہ سن کر بھاگ جائیں۔

**زینت ساجدہ** :- وہ انھیں خود کہاں سے یاد رہ سکا ہوگا۔

**سرینواس لاہوٹی** :- اس کے لئے "صداکار" بڑا موزوں لفظ دیا گیا اور اسے پسند بھی کیا گیا۔

**حبیب الرحمٰن** :- خیر اصطلاحات کا مسئلہ الگ بحث چاہتا ہے فی الوقت ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

**سرینواس لاہوٹی** :- لیکن ہمیں بہرحال اپنا نقطۂ نظر پر زور طور پر سامنے رکھنا ہی چاہیے۔

**عالم** :- بین الاقوامی اصطلاحیں سرے سے کہیں وجود ہی نہیں رکھتیں۔ مغربی یورپ کی ان زبانوں میں جنھوں نے لاطینی زبان سے اکتساب کیا۔ قدرتی علوم (نیچرل سائنس) کی حد تک مشترک اصطلاحیں مل جاتی ہیں لیکن نئے علوم خصوصاً سماجی علوم نفسیات، فلسفہ اور تاریخ وغیرہ ہر زبان کی اصطلاحات ہیں۔ اصطلاحات کے بارے میں بھی ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بول چال کی زبان سے بھی اصطلاحات اخذ کی جا سکتی ہیں۔ لاہوٹی کا خیال قابل عمل نہیں۔ ہر زبان کی الگ الگ اصطلاحیں ہونی چاہییں۔

**فضل الرحمٰن** :- بحث کافی ہو چکی ہے اب اردو صحافت کا مسئلہ ہے اس پر شاہد صدیقی کچھ کہیں۔

**شاہد صدیقی** :- صحافت کا مسئلہ دو پہلو رکھتا ہے۔ ایک کل ہند دوسرا ریاستی۔ جہاں تک حیدرآباد کا تعلق ہے کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ پچھلی سیاسی تبدیلیوں سے اخبارات کی اشاعت پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ صحافت کے مسئلہ کا تعلق بھی زبان کے مسئلہ سے ہے۔

**اختر حسین** :- میں متفق نہیں ہوں۔ حیدرآباد کے سیاسی انقلاب کے بعد فرق ضرور ہوا ہے۔ پہلے اردو زبان کی اہمیت مسلم تھی۔ زبان مانی جاتی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ وہ مسلط بھی کی گئی تھی۔ جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی وہ بھی اردو اخبارات پڑھتے تھے۔ پچھلے چند برسوں میں درمیانی طبقہ نیچے درمیانی طبقہ میں تبدیل ہو گیا۔ پہلے اونچا طبقہ انگریزی اخبارات پڑھتا تھا اور میرا اپنا تجربہ ہے کہ ۹۰ فی صدی ایسے تھے جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی مگر وہ "پیام" پڑھتے تھے اب اردو اخبارات پڑھنے والوں کا طبقہ ٹوٹتا جا رہا ہے۔ تلگو اخبارات کی اشاعت بڑھتی جا رہی ہے اور اردو اخبارات کی طلب گھٹتی جا رہی ہے۔

**حبیب الرحمٰن** :- تلگو اخبارات کی اشاعت میں اضافہ اور اردو اخبارات کی اشاعت میں کمی اگر ہوئی تو یہ قدرتی نتیجہ ہے حالات کا ایسا ہونا ہی چاہیے تھا۔

**اختر حسن** :- میں نے ایک پہلو پر بات کی ہے۔ ایک اور چیز ہے وہ اردو کی کتابت اور طباعت کی دشواریاں۔ پہلے کتابت ایک خاص فن کی حیثیت رکھتی تھی لیکن آج پیشے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ آج اچھے کاتب نہیں ملتے۔ فن ختم ہو رہا ہے روزگار کے لئے سیکھا جاتا ہے۔ آج کا اخبار پڑھنے والا تازہ ترین خبریں چاہتا ہے۔ صورت حال یہ ہوتی ہے کہ خبریں رات میں ۲ یا ۲½ بجے تک وصول ہوتی ہیں اس کے بعد کتابت و طباعت کی منزلوں سے باسانی گزرنا دشوار طلب مسئلہ ہے لیکن انگریزی اخبار کے لئے ایسی کوئی دشواری نہیں اسی لئے لوگ انگریزی پرچوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

**ہارون خاں شروانی** :- جہاں تک صحافت کا تعلق ہے مجھے کوئی واقفیت نہیں۔ اتنا تو میں بھی کہنا چاہتا ہوں کہ دس برس یا پانچ برس بعد ہمارے بچے جو تلگو یا ہندی یا انگریزی پڑھ کر نکلیں گے وہ ہمارے اخبارات کی شکل اور مواد دیکھ کر ان سے نفرت کرنے لگیں گے تاوقتیکہ آپ کتابت و طباعت کے طریقے میں بنیادی تبدیلی نہیں کریں گے اردو صحافت کا مستقبل غیر یقینی ہے۔

**شاہد صدیقی** :- اختر حسن نے کہا کہ اب اردو پڑھنے والے تلگو یا انگریزی پڑھنے لگے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ اخبارات کے پڑھنے والے فوراً اخبارات نہیں بدل لیتے اب بھی اردو اخبارات پڑھنے والے موجود ہیں بلکہ اب تو اخبارات پہلے کے مقابلے میں زیادہ چھپنے لگے ہیں۔

**حبیب الرحمٰن** :- پہلے بھی اخبارات کی اشاعت آٹھ آٹھ ہزار تھی۔ اس کی چند وجوہات بھی تھیں۔

**اختر حسن** :- پولیس ایکشن سے پہلے اخبارات زیادہ تھے اب بھی اخبارات زیادہ نکلتے ہیں لیکن بہت کم مدت کے لئے۔ آج جتنے اخبارات نکل رہے ہیں ان سب کی مجموعی تعداد اس وقت کے ایک اخبار سے بھی بہت کم ہے۔

**مخدوم** :- چونکہ اس وقت دوسری زبانوں کے اخبارات نہیں تھے اس لئے بھی لوگ اردو اخبارات پڑھتے تھے۔

**شاہد صدیقی** :- آج اگر تلگو یا ہندی یا اردو اخبارات پڑھے جا رہے ہیں تو اس کے وجوہات بھی واضح ہیں اور اس کا تعلق زبان ہی کے مسئلے سے ہے۔

# انجمن کی خبریں

**پٹنہ** بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری جناب بیتاب صدیقی نے حسب ذیل بیان دیا ہے۔

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی ممبر سازی کی مہم کامیابی کے ساتھ ختم ہو چکی ہے اور مقامی شاخوں کے انتخاب کا کام بھی تیزی کے ساتھ انجام پا رہا ہے۔ اکثر مقامی شاخوں نے ڈیلی گیٹوں کا نام بھی دفتر میں بھیج دیا ہے۔ اس لئے ریاستی انجمن ترقی اردو کے انتخابی اجلاس کے انعقاد کا جو فیصلہ مجلس عاملہ نے کیا تھا اب اس پر عمل درآمد کرنے میں مزید کسی تاخیر کی قطعی گنجائش نہیں۔ چنانچہ سالانہ انتخابی جلسہ ۲۰ مئی کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔

توقع ہے کہ بہار کے گوشے گوشے سے مقامی شاخوں کے نمائندے ڈیلی گیٹ و دیگر اردو کے ہمدرد جاں نثار کارکن بڑی تعداد میں شریک اجلاس ہوں گے۔ اور یہ طے کریں گے کہ بہار میں اردو کے تحفظ و بقا و ترویج و اشاعت کے مسئلہ سے متعلق بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کا آئندہ کیا اقدام ہوا اور بہار میں اردو کو اس کا جائز مقام دلوانے کے لئے کون سا طریقہ عمل اختیار کیا جائے۔ اس موقع پر ایک شاندار مجلس مشاعرہ بھی منعقد ہوگا جس میں صوبہ اور بیرون صوبہ کے ممتاز شعرا کی شرکت یقینی ہوگی۔

مقامی انجمن ترقی اردو کی شاخوں کے ارکان نیز ممبر سازی کی مہم سے دلچسپی لینے والے کارکنوں سے درخواست ہے جن مقامات میں ابھی تک انتخاب کا کام انجام نہ پا سکا ہے وہاں سے جلد اپنی شاخوں کے انتخاب کا کام ختم کر کے دفتر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو پٹنہ ۶ کے پتے تفصیلی رپورٹ دیں۔ ضابطہ و دستور کے مطابق ۲۵ ممبروں پر ایک ڈیلی گیٹ اور ۴۰ سے ۵۰ ممبروں پر ۲ ڈیلی گیٹ اور اسی طرح ۵۰ سے ۷۵ ممبروں پر ۳ ڈیلی گیٹ اور ۹۰ سے ۱۰۰ ممبروں پر ۴ ڈیلی گیٹ بھیجنے کا شاخوں کو حق حاصل ہے۔

**حیدرآباد** حیدرآباد۔ کل ہند اردو کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں علمی کمیٹی کا ایک اجلاس ۲۰ اپریل کو بارہ بجے اردو ہال میں منعقد ہوا جس میں اردو رسم خط اور اس کے متعلقہ مسائل پر غور کیا گیا۔ پروفیسر سروری، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، راج بہادر گوڑ، حسینی شاہد، ڈاکٹر مسعود کاظمی، عالم خوندمیری اور نورالحسن نے بحث میں حصہ لیا۔ جلسے کی صدارت پروفیسر ہارون خاں شیروانی نے کی۔ یہ بات خاص طور پر زیر بحث رہی کہ کیا اردو کا موجودہ رسم خط بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں کا ساتھ دے سکتا ہے یا اسے ترک کر کے کوئی اور رسم خط اختیار کرنا چاہئے۔ ایک نقطہ نظر یہ تھا کہ اردو اور ہندی ایک ہی زبان کے دو ادبی روپ ہیں۔ اس لئے ان کا رسم خط بھی ایک ہونا چاہئے۔ ہندوستان کی عام زبان سرکاری ہندی کے مقابلے میں اردو سے زیادہ قریب ہے اگر ہم دیوناگری رسم خط کو قبول کرتے ہیں تو اردو کا موقف مضبوط ہو جاتا ہے ساتھ ہی اشاعت اور طباعت کے بہت سے مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں۔ دوسرا نقطہ نظر یہ تھا کہ اردو اور دیوناگری کے مقابلے میں رومن رسم خط زیادہ ترقی یافتہ ہے اس کا دائرہ بھی وسیع ہے اور سائنسی علوم کی بین قومی اصطلاحات بھی اس رسم خط میں ملتی ہیں۔ اس لئے اگر ہمیں رسم خط بدلنا ہی ہے تو رومن رسم خط اختیار کرنا چاہئے۔ اس رسم خط کے اختیار کرنے سے طباعت کی تمام عصری ایجادوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

مقررین کی زیادہ تعداد اس خیال کی حامی تھی کہ اردو موجودہ رسم خط کو بدلنا ضروری نہیں بلکہ موجودہ حالات میں ایسی کسی تبدیلی سے اردو کو زبردست نقصان ہوگا۔ انھوں نے اردو رسم خط کے تاریخی فریضہ کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ اس رسم خط میں کھڑی بولی نے ادبی روپ اختیار کیا اور شمالی ہند کی مختلف قوموں کے علاقوں کو ایک دوسرے سے قریب کر کے ہندوستانی قومیت کے نشوونما میں مدد دی۔

انھوں نے اس خیال کی تائید کی کہ اردو اور ہندی ایک ہی زبان کے دو ادبی روپ ضرور ہیں لیکن ان ادبی شکلوں کے موجودہ اختلاف سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہو جائیں۔ لیکن ہمیں کسی ایک میکانکی طریقہ سے اس کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ یہ اتحاد دونوں کے فطری میل کا اتحاد نہیں ہوگا بلکہ ہم اتحاد کے نام پر ایک زبان کو ختم کر دیں گے۔

مقررین نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اردو کا موجودہ رسم خط غیر ملکی نہیں کہلایا جا سکتا۔ ہم نے اسے اپنایا ہے۔

# انجمن کی اہم مطبوعات

## اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ

اس موضوع پر اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں ڈاکٹر محمد عزیر صاحب لکچرار شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بڑی تلاش اور تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور ان کے اخلاق کی اشاعت میں اردو زبان کا کتنا حصہ ہے۔ قیمت پانچ روپے آٹھ آنے

## قومی تہذیب کا مسئلہ

ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی کی تصنیف ہے جس میں ابتداء سے اس وقت تک کی تہذیب کی ترقی اور اس کی نشو و نما پر روشنی ڈالی گئی ہے اور قومی وحدت کو مضبوط بنانے کی تجویزیں پیش کی گئی ہیں۔

قیمت مجلد چھ روپے

## ہندی ادب کی تاریخ

اردو ادب میں ہندی ادب کی یہ مکمل تاریخ ہے جس کو ڈاکٹر محمد حسن ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی لکچرر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کیا ہے۔

قیمت مجلد پانچ روپے آٹھ آنے

## اردو ہندی ڈکشنری

### شائع ہوگئی

• انجمن نے پچھلے سال کی مسلسل محنت اور بہترین ماہرین لسانیات کی مدد سے یہ لغت تیار کی ہے۔

•• اس لغت میں دس ہزار سے زیادہ الفاظ اور بیس ہزار کے قریب ہندی مترادفات کا انتخاب کیا ہے۔

••• ہندی الفاظ کے صحیح تلفظ کو واضح کرنے کے لئے ہر لفظ کا تلفظ رومن رسم الخط میں بھی لکھا گیا ہے۔

اردو اور ہندی میں اپنی نوعیت کی پہلی لغت

قیمت ۲/- روپے

**انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ**

## میر تقی میر

——— حیات اور شاعری

(ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی)

• میر کی حیات اور شاعری پر پہلی اہم تصنیف۔

•• خواجہ احمد فاروقی نے میر کے زمانے کے تاریخی حالات کو ان کی پوری زندگی اور شاعری کا پس منظر بنایا ہے۔

قیمت بارہ روپے۔

## دھمپد

مہا تما بدھ کی تعلیمات کا منظوم ترجمہ جو بدھ مت کی تعلیم کی بنیاد ہے

قیمت ۳/- روپے

## شعراء کے انتخابی سلسلے کی

چار کتابیں

(۱) مجاز قیمت ۱۲ آنے

(۲) فیض 〃 ۱۲ 〃

(۳) مجروح 〃 ۱۲ 〃

(۴) جوش ملیسانی 〃 ۱۲ 〃

---

## اردو ادب

(سہ ماہی)

——— زیر ادارت پروفیسر آل احمد سرور

انجمن کا سہ ماہی رسالہ جس میں بہترین تحقیقی اور علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

اردو میں اپنی نوعیت کا واحد رسالہ ہے۔

سالانہ چندہ مبلغ ۱۰/- روپے۔ رجسٹری فیس ۲/- روپے (علیحدہ)

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

• پبلشر: آل احمد سرور • نیشنل پرنٹرس کمپنی علی گڑھ